محمد حنیف ندوی

تاثرات

جنگل میں منگل کی ضرب المثل کئی بار سنی تھی مگر اسے دیکھنے کا اتفاق کراچی کیمپس میں اس وقت ہوا جب فلسفہ کانگرس کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لیے دنیا بھر کے فلسفی یہاں امڈ آئے۔ چار دن اس ویرانے میں فکر و دانش کی وہ گہما گہمی اور بہار رہی جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہر شخص فلسفہ و حکمت کے موتی رول رہا ہے۔ علم و فن کے پھول بکھیر رہا ہے۔ اور اس دھن میں مصروفِ جد و جہد ہے کہ کس طرح حقیقت کو اپنے دامن میں سمیٹ لے۔ ذوقِ علم، جوشِ تحقیق اور طلب و جستجو کے وہ پاکیزہ مناظر اس عرصہ میں دیکھنے میں آئے کہ کچھ نہ پوچھیے۔ اس پرکیف فضا کو مہیا کرنے کا سہرا میاں شریف صاحب اکیڈمک ڈائرکٹر ادارۂ ثقافت اسلامیہ کے سر ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے فکر و علم کی گہرائیوں اور نزاکتوں کے ساتھ ساتھ سعی و عمل کی سخت کوشیوں سے بھی برومند کر رکھا ہے۔ میاں صاحب کے متعلق یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان میں غور و فکر کی صلاحیتیں زیادہ پائی جاتی ہیں یا نظم و نسق کا سلیقہ زیادہ نمایاں ہے۔ یہ انہیں کی تدبیر، اثر و نفوذ اور اخلاص کا کرشمہ ہے کہ سات آٹھ برس کی قلیل مدت میں پاکستان بھر میں فلسفہ سے اچھا خاصا لگاؤ اور دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ چنانچہ ہر سال یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے کہ جہاں دنیا بھر کے اونچے اور تجربہ کار فلسفی اپنی فضیلتِ علمی کے جھنڈے گاڑتے ہیں وہاں ہماری یونیورسٹیوں کے نوجوان اور نو آموز پروفیسر بھی داد علم دینے میں ان سے پیچھے نہیں رہتے۔ ان کے مقالوں میں وہی گہرائی، وہی ذمہ داری اور رکھ رکھاؤ ہوتا ہے جو فلسفی کے لیے ضروری ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ایک نہ ایک دن ان شاء اللہ ان کی فکری کاوشیں پاکستان کا نام روشن کر کے رہیں گی۔ کراچی کا یہ اجلاس ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ اور ناشکری ہوگی اگر اس سلسلہ میں ان تمام مقامی حضرات کی کوششوں کو نہ سراہا جائے جنہوں نے مہمانوں کی دیکھ بھال، اور آؤ بھگت میں پوری گرم جوشی سے حصہ لیا۔ خصوصیت سے قاضی اسلم صاحب

ترتیب

تاثرات	محمد حنیف ندوی	۳
ابن تیمیہ کا تصور صفات	محمد حنیف ندوی	۶
اطاعت رسول کے حدود	محمد جعفر پھلواروی	۲۲
خلافت راشدہ میں فتوحات کے اسباب	مطلوب حسین	۳۰
انڈونیشیا میں ولندیزی عہد حکومت	شاہد حسین رزاقی	۳۷
الندوہ	رئیس احمد جعفری	۵۹
مسئلہ صفات باری	شبیر احمد خاں غوری	۶۳
غیر اللہ کو رب بنانا	تشریح حدیث	۶۹
مطبوعات ادارہ	. . . . . .	۷۳

طابع ناشر	مطبوعہ	مقام اشاعت
پروفیسر ایم۔ ایم شریف	انجمن حمایت اسلام پریس لاہور	ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور۔

چمک اور نکھر سکیں۔ تاہم اس نظامِ فکر کا عملی نتیجہ یہ ہے کہ اس میں انسان محض ایک حیوان ہو کر رہ گیا ہے۔ جس کے سامنے ادنیٰ درجے کی خواہشات کی تکمیل کے سوا کوئی اونچا پیغام نہیں۔ کسی قسم کی روحانی اقدار نہیں۔ اور زندگی کا کوئی ایسا نقشہ نہیں جس سے قلب و روح کے فطری تقاضوں کا اندازہ ہو سکے۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اس اندازِ زیست میں انسانیت کا اصلی جوہر یعنی حریت رائے ہی مفقود ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس انفرادی زندگی سے محروم کر دیا گیا ہے جو اس کا پیدائشی حق ہے۔ جس سے اس کے ذہن و فکر کی شادابیاں وابستہ ہیں اور جو صحت مند معاشرہ کے لیے بے حد ضروری عنصر کی حیثیت رکھتی ہے۔ مسٹر یوجیکا امریکی نمائندے نے اس ذہنیت کو سائنٹزم (SCIETISM) کا نتیجہ قرار دیا۔ اور کہا کہ اس صورتِ حال کو ختم کرنا چاہیے اور علوم و فنون کے ارتقا کو کچھ ایسے سانچوں میں ڈھالنا چاہیے اور ایسے انداز سے چلانا چاہیے کہ جس سے روح کی تمیم انگیزیوں میں فرق نہ آنے پائے۔ سائنس سے اس طرح نتائج و نظریات اخذ کرنا چاہییے کہ جن سے ان اقدار کا خون نہ ہونے پائے جو نوعِ انسانی کی عزیز ترین متاع ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ مسٹر یوجیکا نے فلسفہ کانگرس میں یہ مقالہ پڑھ کر ایک حقیقی مسئلے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس میں انہوں نے سائنس سے اخذ کردہ ان مفروضات پر بجا تنقید کی ہے جو کمیونزم یا جدلی مادیت کی تخلیق کا منطقی طور پر باعث ہوئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کمیونزم نے انسانیت کی راہ میں جن مشکلات کو حائل کر دیا ہے۔ کیا صرف علمی سطح پر ان کو دور کیا جا سکتا ہے؟

انسانی اقدار اور زندگی کے روحانی تقاضوں سے یہ محبت و دلچسپی اگر محض لفظی نہیں ہے اور صرف کمیونزم کے جواب کے پیشِ نظر نہیں ہے۔ تو جو کام پہلی فرصت میں اہلِ مغرب کے کرنے کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ استعمار کی ہر ہر کڑی کو فوراً توڑ دیا جائے۔ ایشیا کو ایسی موثر، مفید اور پرخلوص مدد دی جائے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے اور اپنے وسائل و ذرائع پر نہ صرف بھروسہ کر سکے بلکہ ان سے پوری طرح استفادہ بھی کر سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کا معیارِ زندگی آپ سے آپ اونچا ہوگا۔ فارغ البالی خود بخود آ سکے گی۔ فرد میں بھرپور زندگی کا وہ احساس کروٹ بدلے گا جس پر صحت مند معاشرہ کا انحصار ہے۔ نیز قوموں کو موقع ملے گا کہ دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ ان روحانی اقدار کی طرف قدم بڑھا سکیں جو زندگی کا فطری تقاضہ ہیں کیونکہ جب تک استعمار رہے گا۔ کافی اور صحیح امداد نہیں ملے گی۔ کوئی ملک بھی اس قابل نہیں ہوگا کہ ان اہم مسائل کی طرف متوجہ ہو سکے۔